تفسیر نور العرفان (قسط ۲۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

① مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب (۱۹۷۱ء) لکھتے ہیں:

''شب معراج عرش پر پہنچ کر نماز ملی۔''

(تفسیر نور العرفان، ص3، 26)

معراج کی رات نبی کریم ﷺ عرش پر نہیں گئے، بلکہ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے۔

② مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ راستہ وہی برحق ہے، جو عام مؤمنین کا ہو، عام مسلمانوں کے راستہ پر چلنا چاہیے، حدیث شریف میں ہے کہ جسے مسلمان اچھا جانیں، وہ عند اللہ بھی اچھا ہے۔ محفل میلاد، گیارہویں وغیرہ کو عام مسلمان اچھا سمجھتے ہیں، لہٰذا یہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص5)

یہ بات بالکل درست ہے کہ راستہ وہی برحق ہے، جو عام مؤمنین کا ہو۔ عام مؤمنین محفل میلاد اور گیارہویں سے ناواقف تھے، یہ دونوں بدعتیں بعد کی ہیں۔ سبیل مومنین میں ان کا کوئی ثبوت نہیں۔

❁ مفتی صاحب خود لکھتے ہیں:

''سچا دین وہ، جو صالحین کا دین ہو۔''

(تفسیر نور العرفان، ص31)

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ وَمَا رَآهُ الْمُسْلِمُونَ سَيِّئًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ سَيِّءٌ ....

''جسے مسلمان اچھا خیال کریں، وہ اللہ کے ہاں بھی اچھا ہے اور جسے مسلمان برا خیال کریں، وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی برا ہے......''

(مسند الإمام أحمد: 379/1، المستدرك للحاكم: 78/3، وسندهٗ حسنٌ)

اسے امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

یہاں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مراد مسلمانوں کا اجماع ہے اور اجماع فی نفسہ حجت ہے، لہٰذا اس سے بدعت کا جواز نہیں نکلتا۔

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

اَلصَّحِيحُ أَنَّهٗ مِنْ كَلَامِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ، وَلَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّهٗ مَا رَآهُ بَعْضُ الْمُسْلِمِينَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ، وَإِنَّمَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ مَا رَآهُ الْمُسْلِمُونَ كُلُّهُمْ حَسَنًا؛ لِأَنَّ الْأَلِفَ وَاللَّامَ لِلْعُمُومِ بِمَنْزِلَةِ كُلٍّ، وَهٰذَا يَكُونُ إِجْمَاعًا وَّلَا كَلَامَ فِيهِ .

''اصل میں یہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا کلام ہے، یہ اس بات پر دلیل نہیں کہ جس عمل کو بعض مسلمان اچھا کہیں، وہ اللہ کے ہاں بھی اچھا ہی ہو، اس سے مراد یہ ہے کہ جس عمل کو تمام کے تمام مسلمان اچھا کہیں وہ اللہ کے ہاں بھی اچھا ہے، اس قول میں الف لام عموم کے لئے ہے، جس میں تمام مسلمان شامل ہیں

اور یہ اجماع ہے، اس بارے میں کلام کی گنجائش ہی نہیں۔''

(التّنبیه علی مشکلات الهدایة :499/1)

③ مفتی صاحب سورت بقرہ (۳۰) کے تحت لکھتے ہیں:

''مشورہ کرنا سنت الٰہیہ ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص8)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو خبر دی تھی، نہ کہ مشورہ کیا۔

④ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ نبی کی نگاہ معدوم کو بھی دیکھ سکتی ہے، کیونکہ چیزیں معدوم تھیں، مگر آدم علیہ السلام کو دکھا دی گئیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص9)

یہ افترا ہے۔ نبی کی نگاہ معدوم کو نہیں دیکھ سکتی، نہ ہی آدم علیہ السلام کو معدوم چیزیں دکھائی گئیں۔ جو چیزیں دنیا میں موجود تھیں، ان کے نام سکھا دیے گئے۔

بالفرض والتسلیم آدم علیہ السلام کو معدوم چیزیں دکھائی گئیں، تو یہ معجزہ ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ پیغمبر کی نگاہ معدوم چیزوں کو دیکھ سکتی ہے، کیونکہ معجزات عمومی دلیل نہیں ہوتے۔

⑤ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''آدم علیہ السلام سراندیپ پہاڑ پر ہند میں اور حواء جدہ شریف میں اُتاری گئیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص10)

اس بارے میں مروی روایات سخت ضعیف ہیں۔

⑥ مفتی صاحب سورت بقرہ (۴۳) کے تحت لکھتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ رکوع میں شامل ہو جانے سے رکعت مل جاتی ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص11)

راجح یہ ہے کہ رکعت شمار نہیں کرے گا، کیونکہ اس پر فاتحہ کی قرأت واجب تھی، جو اس سے رہ گئی، لہٰذا کھڑے ہو کر وہ رکعت ادا کرے گا۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا .

''جماعت کا جتنا حصہ پالیں، وہ ادا کرلیں اور جو رہ جائے، اسے مکمل کرلیں۔''

(صحيح البخاري : 636، صحيح مسلم : 602)

❁ راوی حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ہے:

لَا يُجْزِئُكَ إِلَّا أَنْ تُدْرِكَ الْإِمَامَ قَائِمًا قَبْلَ أَنْ يَرْكَعَ .

''آپ کی وہی رکعت شمار ہوگی، جس میں شامل ہوتے وقت آپ امام کو قیام میں پائیں، یعنی رکوع سے پہلے۔''

(جزء القراءة للبخاري : 94، وسندهٗ حسنٌ)

تنبیہ:

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا جِئْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ وَنَحْنُ سُجُودٌ فَاسْجُدُوا، وَلَا تَعُدُّوهَا شَيْئًا، وَمَنْ أَدْرَكَ الرَّكْعَةَ، فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلَاةَ .

''جب آپ نماز کے لیے جائیں اور ہم سجدے میں ہوں، تو (ہمارے ساتھ) آپ بھی سجدہ کریں، مگر اس رکعت کو شمار نہ کریں، البتہ جس نے رکوع پالیا، اس نے نماز (رکعت) پالی۔''

(سنن أبي داود: 893، سنن الدّارقطني :347/1، المستدرك للحاكم :216/1)

سند ضعیف ہے۔ یحییٰ بن ابی سلیمان ضعیف ہے۔ اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے ''منکر الحدیث'' کہا ہے۔ (الکامل لابن عدی:۹/۸۲، وسندہ حسن)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا كَافٍ فِي جَرْحِهٖ مِنْ مِثْلِ الْبُخَارِيِّ .

''امام بخاری رحمہ اللہ جیسے رفیع الشان امام کی طرف سے ایسی جرح، اس کے مجروح ہونے کے لیے کافی ہے۔''

(اتّحاف المَهَرة : 640/14)

❁ امام ابو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِالْقَوِيِّ، مُضْطَرِبُ الْحَدِيثِ يُكْتَبُ حَدِيثُهٗ .

''یہ غیر قوی اور مضطرب الحدیث راوی ہے، اس کی حدیث (متابعات وشواہد میں) لکھی جائے گی۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 155/9)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''لین الحدیث'' کہا ہے۔

(تقريب التّهذيب : 7565)

یحییٰ بن ابی سلیمان کا ضعف ہی راجح ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الصَّلَاةِ فَقَدْ أَدْرَكَهَا قَبْلَ أَنْ يُقِيمَ الْإِمَامُ صُلْبَهٗ .

''جو امام کے اُٹھنے سے پہلے پہلے رکوع میں شامل ہو گیا، اس نے نماز (رکعت)

کو پالیا۔“

(صحيح ابن خزيمة : 1595، سنن الدّارقطني :346/1)

سند ضعیف و منکر ہے۔قرہ بن عبدالرحمٰن جمہور کے نزدیک ضعیف و منکر الحدیث ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ اخْتُلِفَ فِيهِ . ”یہ ضعیف اور مختلف فیہ راوی ہے۔“

(التّلخيص :407/1)

❁ سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ انْتَهٰى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَاكِعٌ، فَرَكَعَ قَبْلَ أَنْ يَصِلَ إِلَى الصَّفِّ، فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا وَلَا تَعُدْ .

”وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گئے، جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (نماز پڑھا رہے تھے اور) رکوع میں تھے، تو ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے صف میں شامل ہونے سے پہلے ہی رکوع کر لیا، پھر یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گزار کی، تو فرمایا: اللہ آپ کے شوق کو بڑھائے، آئندہ ایسا نہ کرنا۔“

(صحيح البخاري : 783)

اس میں یہ ذکر نہیں کہ انہوں نے کھڑے ہو کر رکعت ادا نہیں کی تھی۔ لہٰذا مدرک رکوع کی رکعت پر یہ دلیل نہیں بن سکتی، کیونکہ اس میں اجمال ہے۔ جبکہ دیگر احادیث میں مقتدی پر، خواہ وہ موافق ہو یا مسبوق، سورت فاتحہ کی قرأت واجب قرار دی گئی ہے۔ اس حدیث میں اتنا ہے کہ صف میں ملنے سے پہلے نماز میں داخل نہیں ہو سکتے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے **منسوب** ہے:

إِذَا جِئْتَ وَالْإِمَامُ رَاكِعٌ، فَوَضَعْتَ يَدَيْكَ عَلٰى رُكْبَتَيْكَ قَبْلَ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ فَقَدْ أَدْرَكْتَ .

''جب آپ نماز کے لیے آئیں، امام رکوع میں ہو اور امام کے سر اُٹھانے سے پہلے پہلے آپ اپنے ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لیں (یعنی رکوع میں شامل ہو جائیں) تو آپ نے رکعت کو پا لیا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :243/1)

سند ضعیف ہے، حفص بن غیاث اور ابن جریج کا عنعنہ ہے۔

⑤ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''جماعت کی نماز میں اگر ایک کی قبول ہو جائے، تو سب کی قبول ہو جاتی ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص11)

بے دلیل بات ہے۔

⑥ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''رب کی نعمت یاد کرنا عبادت ہے، لہٰذا عید میلاد، عید معراج منانا عبادت ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص11)

بے شک رب کی نعمت یاد کرنا عبادت ہے، تو اس عبادت کا طریقہ کون متعین کرے گا؟ عبادت کے لیے وہی طریقہ اختیار کیا جائے گا، جو اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہو گا، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔ صحابہ کی زندگیوں میں عید میلاد یا عید معراج منانے کا کوئی ذکر نہیں۔

بطور مذہبی تہوار کے اسلام میں دو عیدیں ہیں، تیسری عید بطور مذہبی تہوار کے جاری کرنا بدعت ضلالہ ہے۔ معراج کب ہوئی؟ اس کا تعین نہیں، تو عید معراج کیسے؟

⑦ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ مولیٰ! میں بنی اسرائیل کو کیا جواب دوں گا؟ مجھے الزام لگائیں گے کہ تم نے ان ستر کو مار دیا، تب رب نے انہیں زندہ فرما دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی دعا بڑی چیز ہے، کہ مردہ زندہ کر دیتی ہے......۔''

(تفسیر نور العرفان، ص13)

موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی، تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے انہیں دوبارہ زندہ کر دیا اور اسے اپنا احسان بتلایا۔

اس سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ بزرگوں کی دعا سے مردہ زندہ ہو جاتا ہے؟

⑧ مفتی صاحب سورت بقرہ (۵۸) کے تحت لکھتے ہیں:

''متبرک مقامات کی تعظیم چاہیے، رب فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ﴾ یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگوں کے شہر متبرک ہوتے ہیں، کیونکہ بیت المقدس انبیا کا مقام ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص13)

مقامات متبرک نہیں ہوتے، مبارک ہوتے ہیں۔ متبرک ہستی صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

⑨ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حضور کی معرفت اور محبت لکڑیوں اور پتھروں کو بھی ہے، حضور فرماتے ہیں: اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے، ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور پتھروں کے دل کی بات بھی جانتے ہیں۔ تو انہیں انسانوں کے دلوں کی باتیں کیوں نہ معلوم ہوں گی؟''

(تفسیر نور العرفان، ص17)

نبی کریم ﷺ سے جمادات بھی محبت کرتے تھے، آپ بھی ان سے محبت کرتے تھے، آپ اُحد پہاڑ کے پاس سے گزرے، تو فرمایا: اُحد ہم سے محبت کرتا ہے، ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ (بخاری: ۲۸۸۹، مسلم: ۱۳۶۵)

یہ اعلام نبوت میں سے ہے۔ اس سے یہ ثابت کرنا کہ نبی کریم ﷺ پتھروں کے دلوں سے واقف تھے، تعجب خیز بات ہے۔

نیز یہ کہنا کہ انسانوں کے دلوں کی باتیں بھی جانتے تھے، یہ صریح کفر ہے، کیونکہ یہ غیب ہے اور غیب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جو کوئی مخلوق کو عالم الغیب مانے، وہ کافر ہے۔ دلوں کے بھید اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

⑩ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حضور کی صفت بیان کرنے میں بخل سے کام لینا یا لوگوں کو اس سے روکنا یہود کا طریقہ ہے، موجودہ وہابیوں کو اس سے عبرت پکڑنا چاہیے، کہ وہ حضور کی نعت اور حضور کے ذکر کو مختلف حیلہ بہانوں سے روکتے ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص18)

اس میں شبہ نہیں کہ حضور کی صفت بیان کرنے میں بخل سے کام لینا یا لوگوں کو اس سے

روکنا یہود کا طریقہ ہے۔ البتہ شرکیہ نعتوں سے روکا جاتا ہے، جن میں نبی کریم ﷺ کی شان میں غلو سے کام لیا جاتا ہے، نیز اس ذکر سے بھی روکا جاتا ہے، جس میں بدعات کی آمیزش ہو۔

⑪ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''عقائد میں تقلید نہیں، تحقیق چاہیے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص18)

یہ بات مفتی صاحب نے اپنے عقائد کو کمزور سہارا دینے کے لیے کہی ہے، کیونکہ ان کے عقائد ان کے اپنے ہی بزرگوں سے موافقت نہیں کھاتے۔ اس لیے کہہ دیا کہ ہم عقائد میں تقلید ہی نہیں کرتے، تحقیق کرتے ہیں۔ اگر عقائد میں تقلید کریں، تو انہیں اپنے یہ عقائد چھوڑنے پڑیں گے۔ جبکہ فروع میں لاعلمی کا عذر آڑے آتا ہے کہ ہم مقلد ہیں، کیونکہ ہمارے پاس علم نہیں، ہمارے امام صاحب نے جو کہا ہے، وہ درست ہے، دلیل ان سے جا کر طلب کریں، ہم تو مقلد ہیں۔ معلوم ہوا کہ مفتی صاحب عقائد میں غیر مقلد اور فروع میں مقلد ہیں۔

⑫ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حضور نے فرمایا: میری امت کے علما بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص20)

بے سند روایت ہے۔

⑬ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت جبرائیل عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہر وقت رہتے تھے، اس سے معلوم ہوا

کہ غیر خدا کی مدد شرک نہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص20)

ہر وقت ساتھ رہنے پر کوئی دلیل نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے روح القدس کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کی مدد فرمائی۔ جبرائیل علیہ السلام مافوق الاسباب اُمور میں مدد نہیں کر سکتے، تحت الاسباب کر سکتے ہیں۔ یہ مدد بھی تحت الاسباب تھی۔

⑭ مفتی صاحب سورت بقرہ (۸۹) کے تحت لکھتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ حضور کے توسل سے دعائیں مانگنا بڑی پرانی سنت ہے اور ان کے وسیلے کا منکر یہود و نصاریٰ سے بدتر ہے۔ اور حضور کے وسیلے سے پہلے ہی سے خلق کی حاجت روائی ہوتی تھی۔''

(تفسیر نور العرفان، ص21)

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفتی صاحب غلطی پر ہیں۔ اپنے عقیدے کے دفاع میں قرآن مجید میں تحریف معنوی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بارے میں انہوں نے وہ بات کہہ دی ہے جو سلف میں سے کسی نے نہیں کہی۔

اصل بیان یہ تھا کہ اہل کتاب یہودی دو قبیلوں اوس اور خزرج سے لڑتے تھے، اوس اور خزرج اہل کتاب نہیں تھے، یہود کے علم میں تھا کہ عنقریب خاتم النبیین نبی مبعوث ہونے والے ہیں۔ غلبہ اس نبی کا مقدر ہوگا۔ اس بنا پر یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرفداری ظاہر کرتے ہوئے کہتے کہ ہم اس نبی پر ایمان لائیں گے، اس کی پیروی کریں گے اور اس کی معیت میں مشرکین سے لڑائی کر کے ان پر غلبہ پائیں گے۔ لہٰذا ہمیں ان مشرکوں، یعنی اوس اور خزرج پر غلبہ اور فتح عطا کی جائے گی۔

نبی اکرم ﷺ مبعوث ہوئے اور قرآنِ کریم نازل ہوا تو یہودی اپنی بات سے پھر گئے اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کفر کیا۔ یوں ان پر پھٹکار پڑی اور وہ کافر بنے۔ مفتی صاحب نے یہاں سے مسئلہ وسیلہ کشید کر لیا ہے، حالاں کہ کسی صحابی کسی تابعی یا کسی ثقہ امام سے اس آیت کریمہ سے ایسا استنباط ثابت نہیں۔ مفتی صاحب کی بات غلط ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ صحابہ کرام اور ائمہ عظام میں سے کوئی بھی نبی اکرم ﷺ کی ذات کے وسیلے کا قائل نہیں تھا۔ درحقیقت اسلافِ امت ہی قرآن وحدیث کے مطالب ومفاہیم سے بخوبی واقف تھے۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) نے فرمایا:

''اللہ نے یہود کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ حق کو اس وقت سے پہچانتے تھے۔ جب ابھی تک ناطق حق اور داعی حق پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ جب ان کے پاس حق کا داعی ایسے گروہ سے آ گیا، جسے وہ حقیر وفقیر جانتے اور اس کا کہا نہیں مانتے تھے، درحقیقت وہ حق انہی گروہوں سے قبول کرتے ہیں، جن کی طرف ان کی کوئی نسبت ہے، چنانچہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی پیروی نہ کی، پھر وہ اپنے ضروری اعتقادات کو تسلیم کرنے سے بھی انکاری ہو گئے۔ تصوف اور فقہ کے کسی معین گروہ یا دینی حوالے سے کسی قابل تعظیم امتی کی طرف منسوب ہونے والے بہت سے لوگ اسی مصیبت کا شکار ہیں۔ وہ دینی معاملے میں وہی رائے اور روایت قبول کرتے ہیں، جو ان کے گروہ کی طرف سے آئے، حالانکہ انہیں یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ ان کے گروہ کی دلیل کیا ہے۔ اس کے برعکس دین اسلام حق کی مطلق اتباع فرض قرار دیتا ہے، رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی بھی

معین شخص یا گروہ کی رائے یا روایت کو اتباع کے لیے خاص نہیں کرتا۔''

(اقتضاء الصّراط المستقیم :1/87-88)

⑮ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ نبی ﷺ دنیا میں تشریف لانے سے پہلے رب کے قرب خاص میں حاضر تھے، وہاں سے رب کے بھیجے ہوئے آئے، ہم لوگ دنیا میں آئے ہیں اور حضور بھیجے گئے ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص23)

نبی کریم ﷺ کی شان میں غلو کرتے ہوئے پر تکلف بات کر دی۔ سیدھی سی بات ہے کہ تمام انبیا دنیا میں تشریف لائے، اللہ رب العزت نے انہیں نبوت کے لازوال اعزاز سے نوازا۔ یہاں بھیجنے اور آنے کی کوئی بات نہیں۔

⑯ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''ہاروت ماروت دو فرشتے تھے، جو تمام فرشتوں سے زیادہ عابد و زاہد تھے، ایک دفعہ بشکل انسانی دنیا میں قاضی و حاکم بنا کر بھیجے گئے، ایک عورت زہرا کا مقدمہ پیش ہوا، جس پر یہ عاشق ہو گئے اور اس کے عشق میں بہت گناہ کر بیٹھا۔ ادریس علیہ السلام کا زمانہ تھا ان کے وسیلے سے توبہ تو قبول ہوئی، مگر بابل کے کنواں میں قید کر دیے گئے۔ انہیں جادو کی تعلیم کے لیے مقرر کر دیا گیا، پتہ لگا کہ نورانی فرشتے جب شکل انسانی میں آئیں، تو ان میں کھانے پینے، بلکہ جماع کی قوتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص20)

ہاروت و ماروت دو فرشتے تھے، جو ایک قوم میں آزمائش بنا کر بھیجے گئے تھے۔ زہرا

نامی عورت والا واقعہ اسرائیلیات میں سے ہے۔ اسرائیلی روایات کے بارے میں حکم یہ ہے کہ قرآن وحدیث کے خلاف نہ ہوں، تو قبول، مگر یہ روایت قرآن وحدیث کے خلاف ہے، لہٰذا قبول نہیں۔ فرشتے معصوم ہیں۔

مفتی صاحب نے ان دو فرشتوں کے متعلق جو باتیں نقل کی ہیں، وہ مناسب نہیں، کہتے ہیں کہ عشق میں بہت گناہ کر بیٹھے، ادریس علیہ السلام کے وسیلے سے توبہ قبول ہوئی۔ یہ بے بنیاد بات ہے۔ فرشتوں پر تہمت اور افترا ہے۔ انہیں بابل کے کنواں میں قید نہیں کیا گیا۔

یاد رہے کہ فرشتے جب انسانی شکل میں زمین پر اترتے ہیں، تو ان میں کھانے پینے وغیرہ کی طلب نہیں ہوتی۔ ابراہیم علیہ السلام کے پاس انسانی شکل میں فرشتے آئے، تو ابراہیم علیہ السلام انہیں پہچان نہ سکے اور انہیں بھنا ہوا بچھڑا پیش کیا، مگر فرشتوں نے کھانے کی طرف التفات ہی نہ کیا، بعد میں ابراہیم علیہ السلام کو بتایا کہ ہم اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔

⑰ مفتی صاحب سورت بقرہ (۱۱۳) کے تحت لکھتے ہیں:

''ایک بار نجران کے عیسائیوں اور مدینہ کے یہودیوں میں بارگاہِ مصطفوی ﷺ میں مناظرہ ہوا، دوران مناظرہ انہوں نے خوب شور مچایا، یہود کہتے تھے کہ عیسائی کچھ نہیں، عیسائی کہتے تھے کہ یہودی کچھ نہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔''

(تفسیر نور العرفان، ص26)

یہ روایت تفسیر طبری (۴۳۴/۲) وغیرہ میں موجود ہے۔ سند ضعیف ہے۔ محمد بن ابی محمد انصاری مجہول الحال ہے۔

⑱ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''مالی عبادت میں نیابت جائز ہے اور اعمال کا ثواب بخشا جاسکتا ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص31)

ان مالی عبادات میں نیابت جائز ہے، جن میں نص وارد ہو۔ باقی کسی کو ثواب بخشنے کا کوئی ثبوت نہیں۔ جن اعمال میں نیابت جائز ہے، ان کا ثواب خود بخود پہنچ جائے گا، کیونکہ وہ اعمال اسی کی طرف سے سرانجام دیے جاتے ہیں۔ ثواب بخشنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

⑲ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''آدم علیہ السلام سے موسیٰ علیہ السلام تک کعبہ قبلہ رہا۔''

(تفسیر نور العرفان، ص33)

محتاج دلیل ہے۔

⑳ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حضور غوث پاک کی ولایت حق ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص33)

بعض لوگ شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کے متعلق غلو کرتے ہیں، انہیں غوث اعظم اور غوث پاک کہتے ہیں۔ یہ درست اور جائز نہیں، بلکہ یہ شرک ہے۔ کیونکہ شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ بے شک صاحب کرامت ولی تھے، مگر ان کی جھوٹی کرامات بیان کرنا کسی طور جائز نہیں۔ شیخ عبد القادر رحمہ اللہ وفات کے بعد کام نہیں آسکتے، نہ ہی ان کی پکار کا کوئی فائدہ۔ شاید یہ غلو اس لیے ہوتا ہے کہ شکم پروری کا ایک بڑا ذریعہ ان سے وابستہ کیا گیا ہے، کہ ہر مہینے میں چاند کی گیارہ تاریخ کو ان کے نام کی گیارہویں دی جاتی ہے۔ بعض اسے ایصال ثواب کہتے ہیں، بعض شیخ کی نذر۔

اگر یہ ایصال ثواب ہے، تو ہر ماہ شیخ کے لیے ہی کیوں؟ کسی اور ولی یا بزرگ کے لیے کیوں نہیں؟ اگر نذر ہے، تو غیر اللہ کی نذر حرام ہے۔

㉑ مفتی صاحب سورت بقرہ (۱۴۴) کے تحت لکھتے ہیں:

''آپ (ﷺ) انتظار وحی میں عین نماز کی حالت میں آسمان کی طرف دیکھتے ہیں، ہم آپ کا یہ دیکھنا محبت سے دیکھ رہے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ حضور کا نماز میں وحی کے انتظار میں آسمان کو دیکھنا مکروہ نہیں۔ہم ایسا نہیں کر سکتے۔''

(تفسیر نور العرفان،ص34)

نبی کریم ﷺ کا حالت نماز میں آسمان کی طرف دیکھنا ثابت نہیں۔

㉒ مفتی صاحب سورت بقرہ (۱۴۸) کے تحت لکھتے ہیں:

''جسم کا قبلہ کعبہ ہے، دل کا قبلہ رخ مصطفیٰ ﷺ،نفس کا قبلہ ابلیس اور دنیا۔ ہر قوم کا قبلہ علیحدہ ہے،جس کی طرف وہ عبادت میں رخ کرتا ہے۔''

(تفسیر نور العرفان،ص35)

آیت کے معنی میں تکلف سے کام لیا گیا ہے۔اس آیت میں مختلف ادیان کے قبلوں کی بات کی گئی ہے کہ ہر ایک اپنے اپنے قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر عبادت کرتا ہے۔رُخ مصطفیٰ کو قبلہ قرار دینا محض غلو ہے۔

㉓ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''جو شخص چھٹی ہوئی سنت جاری کرے،سو شہیدوں کا ثواب پائے گا۔''

(تفسیر نور العرفان،ص35)

یہ روایت الزہد للبیہقی (۲۰۷) وغیرہ میں آتی ہے۔اس کی سند سخت ضعیف ہے۔حسن بن قتیبہ مدائنی متروک ہے۔

㉔ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''سائل کو دینا جائز ہے، إِلَّا السَّائِلَ فِي الْمَسْجِدِ۔''

(تفسیر نور العرفان، ص41)

جائز ہے، حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کے جواز پر بَذْلُ الْعَسْجَدِ لِسُؤَالِ الْمَسْجِدِ نامی رسالہ تحریر کیا ہے۔

٢٥ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''وہ سفر، جس پر شرعی احکام مرتب ہوں، ٥٧ میل کی مسافت پر گھر سے باہر جائے اور کہیں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کرے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص43)

٥٧ میل مسافت پر کوئی دلیل نہیں۔ انیس دن تک قصر کر سکتا ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

أَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعَةَ عَشَرَ يَقْصُرُ، فَنَحْنُ إِذَا سَافَرْنَا تِسْعَةَ عَشَرَ قَصَرْنَا، وَإِنْ زِدْنَا أَتْمَمْنَا .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انیس دن قیام فرماتے، تو قصر کرتے۔ ہم جب انیس دن سفر (میں قیام) کرتے، تو قصر کرتے، اگر اس سے زائد قیام کرتے، تو پوری پڑھتے۔''

(صحيح البخاري : 1080)

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ﴾ (النّساء : ١٠١)

''جب تم سفر کرو، تو نماز قصر کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔''

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (٧٢٨ھ) فرماتے ہیں:

كُلُّ اسْمٍ لَيْسَ لَهُ حَدٌّ فِي اللُّغَةِ وَلَا فِي الشَّرْعِ فَالْمَرْجِعُ فِيهِ إِلَى الْعُرْفِ فَمَا كَانَ سَفَرًا فِي عُرْفِ النَّاسِ فَهُوَ السَّفَرُ الَّذِي عَلَّقَ بِهِ الشَّارِعُ الْحُكْمَ.

''جس لفظ کی لغت یا شرع میں کوئی حد مقرر نہ ہو، تو اسے عرف کے مطابق لیا جائے گا، پس جسے عرف عام میں سفر کہا جاتا ہے، شارع نے بھی اسی پر (مسافت قصر) کا حکم لگایا ہے۔''

(مَجموع الفتاویٰ: 40/24)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِنِّي لَأُسَافِرُ السَّاعَةَ مِنَ النَّهَارِ فَأَقْصُرُ، يَعْنِي الصَّلَاةَ.

''میں دن کا کچھ حصہ سفر کروں، تو نماز قصر کر لیتا ہوں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة: 8139، المُحلّى لابن حزم: 199/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(فتح الباري: 567/2)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی فرماتے ہیں:

لَوْ خَرَجْتُ مِيلًا قَصَرْتُ الصَّلَاةَ.

''اگر میں ایک میل تک سفر کروں، تو نماز قصر کرتا ہوں۔''

(المُحلّى لابن حزم: 199/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(فتح الباري: 567/2)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما باسند صحیح چار برد (۴۸ میل) پر قصر کرنا ثابت ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ چار برد سے کم پر قصر نہیں کرتے تھے۔

❀ عبدالرحمٰن بن حرملہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

سَأَلْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ : أَأَقْصُرُ الصَّلَاةَ وَأُفْطِرُ فِي بَرِيدٍ مِّنَ الْمَدِينَةِ؟ قَالَ : نَعَمْ .

''میں سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے پوچھا: کیا میں مدینہ سے ایک برید (۴۸ میل) سفر پر نماز قصر کرسکتا ہوں اور روزہ چھوڑ سکتا ہوں؟ فرمایا: جی ہاں۔''

(المُحلّٰی لابن حزم: 200/3، وسندہٗ حسنٌ)

❀ حافظ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ كَالشَّمْسِ .

''یہ سند سورج کی طرح (روشن اور واضح) ہے۔''

صحیح مسلم (۶۹۱) میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث کا تعلق قصر کے ثبوت سے ہے، نہ کہ مسافت کی تحدید سے۔

❀ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنِّي لَا أَعْرِفُ أَحَدًا مِّنَ الْفُقَهَاءِ يَقُولُ بِهٖ .

''میں نہیں جانتا کہ کوئی فقیہ اس (تین فرسخ اقل مسافت) کا قائل ہو۔''

(مَعالم السّنن :261/1)

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَحُدَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُمَّتِهٖ مَسَافَةً مَحْدُودَةً لِلْقَصْرِ

وَالْفِطْرِ، بَلْ أَطْلَقَ لَهُمْ ذٰلِكَ فِي مُطْلَقِ السَّفَرِ وَالضَّرْبِ فِي الْأَرْضِ، كَمَا أَطْلَقَ لَهُمُ التَّيَمُّمَ فِي كُلِّ سَفَرٍ، وَأَمَّا مَا يُرْوٰى عَنْهُ مِنَ التَّحْدِيدِ بِالْيَوْمِ أَوِ الْيَوْمَيْنِ أَوِ الثَّلَاثَةِ فَلَمْ يَصِحَّ عَنْهُ مِنْهَا شَيْءٌ الْبَتَّةَ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

''رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے لیے نماز قصر کرنے اور روزہ چھوڑنے کے لیے کوئی مسافت متعین نہیں کی، بلکہ اسے ہر اس سفر کے لیے مطلق رکھا ہے، جسے سفر کہتے ہیں۔ جیسا کہ ہر سفر کے لیے تیمّم کو مطلق رکھا ہے۔ جن روایات میں نبی کریم ﷺ سے ایک، دو یا تین دن (مدت قصر) کی تحدید وارد ہوئی ہے، ان میں سے کوئی بھی روایت ثابت نہیں، واللہ اعلم!''

(زاد المَعاد :463/1)

❁ علامہ البانی رحمہ اللہ (۱۴۲۰ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ دَلَّتْ هٰذِهِ الْآثَارُ عَلٰى جَوَازِ الْقَصْرِ فِي أَقَلَّ مِنَ الْمُسَافَةِ الَّتِي دَلَّ عَلَيْهَا الْحَدِيثُ، وَذٰلِكَ مِنْ فِقْهِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، فَإِنَّ السَّفَرَ مُطْلَقٌ فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، لَمْ يُقَيَّدْ بِمُسَافَةٍ مَّحْدُودَةٍ.

''یہ آثار دلالت کرتے ہیں کہ حدیث میں جس مسافت کا ذکر ہے، اس سے کم مسافت پر بھی قصر جائز ہے، یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فہم ہے، کیونکہ کتاب وسنت میں سفر کو مطلق بیان کیا گیا ہے، کسی محدود مسافت کی قید نہیں لگائی گئی۔''

(الصّحیحة :310/1)

شریعت میں قصر کے لیے مسافت کی حد متعین نہیں۔ اسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں

کے ایمان پر چھوڑا ہے کہ وہ اس سے ڈر کر کس طرح زندگی گزارتے ہیں، جیسا کہ ایک مریض کے لیے بخار کی کوئی مقدار مقرر نہیں کی، کہ وہ کب روزہ رکھے اور کب روزہ چھوڑے گا؟ کب نماز با جماعت ادا کرے گا اور کب با جماعت ادا نہ کرے؟ وہ اپنے متعلق خود فیصلہ کرے گا کہ اب وہ کس حالت میں ہے؟ اسی طرح سفر میں قصر کی حد متعین نہیں، جسے عرف میں سفر کہتے ہیں، اس میں قصر جائز ہے، خواہ وہ پانچ چھ کلومیٹر ہی کیوں نہ ہو۔

۳۶ مفتی صاحب سورت بقرہ (۱۹۸) کے تحت لکھتے ہیں:

''عرس بزرگان میں دکانیں لے جانا، وہاں جائز کاروبار کرنے کی بھی دلیل یہ آیت ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص48)

عرس بزرگان معصیت ہے۔ کافر قوموں کا شعار ہے۔ وہاں دکانیں سجانا، کاروبار کرنا، زائرین سے لین دین کرنا جائز نہیں۔ دراصل اس میں اہل شرک و اہل بدعت کے ساتھ خاص جگہ میں تعاون ہے۔ یہ تعاون خیر و بھلائی میں نہیں ہے۔

اس پر آیات سے استدلال تحریف کے زمرہ میں آتا ہے، کیونکہ سلف صالحین عرس سے واقف بھی نہ تھے۔ ان کا علم زیادہ حق دار تھا کہ وہ بتاتا کہ ان آیات سے عرس ثابت ہوتا ہے، ان کا ثابت نہ کرنا دلیل ہے کہ یہ واضح تحریف ہے۔

❁ مفتی صاحب خود لکھتے ہیں:

''آیات اللہ کی بڑی نعمتیں ہیں، ان میں لفظی یا معنوی تحریف کرنا بڑے عذاب کا باعث ہے۔ اس سے غلط مفسرین کو عبرت حاصل کرنا چاہیے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص50)

۲۷۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''نماز جنازہ کے بعد دعا مانگی جاتی ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص48)

نماز جنازہ کے متصل بعد دعا اس نیت سے کہ یہاں دعا کرنا مشروع و مستحب ہے، جائز نہیں۔ کیونکہ اس کے بارے میں ساری کی ساری روایات ضعیف، غیر ثابت ہیں۔ البتہ اہتمام نہ ہو، تو اس موقع پر بھی دعا کی جاسکتی ہے۔ دعا کے لیے کوئی ممنوع وقت یا جگہ نہیں۔ جب چاہیں، جس وقت چاہیں، میت کے لیے دعا کر سکتے ہیں۔

۲۸۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت آدم، بی بی حواء سے اس جگہ (عرفات میں) ملے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص48)

بے دلیل ہے۔

۲۹۔ مفتی صاحب سورت بقرہ (۲۲۸) کے تحت لکھتے ہیں:

''اس سے معلوم ہوا کہ بالغہ عورت اپنے نفس کی خود مختار ہے، کسی ولی کو اس پر جبر کا حق نہیں، کیونکہ یہاں نکاح سے روکے رکھنے کا خود عورتوں کو حکم دیا گیا، یہ نہ فرمایا گیا کہ اے ولیو! تم انہیں روکے رہو۔''

(تفسیر نور العرفان، ص55، 57)

بالغہ کنواری ہو یا شوہر دیدہ، ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کر سکتی، البتہ اس پر جبر نہیں کیا جائے گا۔

❁ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَتْ لِي أُخْتٌ تُخْطَبُ إِلَيَّ فَأَتَانِي ابْنُ عَمٍّ لِي فَأَنْكَحْتُهَا إِيَّاهُ، ثُمَّ طَلَّقَهَا طَلَاقًا لَهُ رَجْعَةٌ، ثُمَّ تَرَكَهَا حَتَّى انْقَضَتْ عِدَّتُهَا، فَلَمَّا خُطِبَتْ إِلَيَّ أَتَانِي يَخْطُبُهَا، فَقُلْتُ : لَا، وَاللّٰهِ لَا أُنْكِحُهَا أَبَدًا، قَالَ : فَفِيَّ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ : ﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾(البقرة : ٢٣٢) قَالَ : فَكَفَّرْتُ عَنْ يَمِينِي فَأَنْكَحْتُهَا إِيَّاهُ.

''میری طرف میری ایک بہن سے نکاح کے لیے پیغام آئے، میرا ایک چچازاد بھی آیا، میں نے اس سے اپنی بہن کا نکاح کر دیا، پھر اس نے اسے رجعی طلاق دے دی، پھر اس کو چھوڑ دیا حتی کہ اس کی عدت پوری ہوگئی، جب میری طرف (دوسرے لوگوں کی طرف سے) نکاح کے پیغام آنے لگے، تو وہ بھی نکاح کا پیغام لے کر آ گیا، میں نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! میں کبھی اپنی بہن کا نکاح تجھ سے نہیں کرے گا۔ میرے بارے میں ہی یہ آیت نازل ہوئی : ﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ أَنْ يَّنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ......﴾ پھر میں نے اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا اور اسی سے اپنی بہن کا نکاح کر دیا۔''

(صحيح البخاري : 5130، سنن أبي داوٗد : 2087، واللّفظ لهٗ، سنن التّرمذي :2981)

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ (۲۷۹ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ دَلَالَةٌ عَلٰى أَنَّهٗ لَا يَجُوزُ النِّكَاحُ بِغَيْرِ وَلِيٍّ

لِأَنَّ أُخْتَ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ كَانَتْ ثَيِّبًا، فَلَوْ كَانَ الْأَمْرُ إِلَيْهَا دُونَ وَلِيِّهَا لَزَوَّجَتْ نَفْسَهَا وَلَمْ تَحْتَجْ إِلٰى وَلِيِّهَا مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ وَإِنَّمَا خَاطَبَ اللّٰهُ فِي هٰذِهِ الْآيَةِ الْأَوْلِيَاءَ فَقَالَ : ﴿لَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾ فَفِي هٰذِهِ الْآيَةِ دَلَالَةٌ عَلٰى أَنَّ الْأَمْرَ إِلَى الْأَوْلِيَاءِ فِي التَّزْوِيجِ مَعَ رِضَاهُنَّ .

''اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ بغیر ولی کے نکاح جائز نہیں، کیونکہ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بہن ثیبہ (طلاق یافتہ) تھی، اگر معاملہ نکاح اسی کے ہاتھ میں ہوتا، تو وہ خود اپنا نکاح کر لیتی اور اپنے ولی معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی محتاج نہ ہوتی، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ولیوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ أَنْ يَّنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾ (ان کو اپنے سابقہ خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو)، لہٰذا اس آیت سے معلوم ہوا کہ معاملہ نکاح ولیوں کے ہاتھ میں ہے، ہاں عورتوں کی رضامندی بھی ضروری ہے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث :2981)

❁ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ دَلَالَةٌ وَاضِحَةٌ عَلٰى أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ جَعَلَ عَقْدَ النِّكَاحِ إِلَى الْأَوْلِيَاءِ دُونَهُنَّ، وَإِنَّهُ لَيْسَ إِلَى النِّسَاءِ، وَإِنْ كُنَّ ثَيِّبَاتٍ مِنَ الْعَقْدِ شَيْءٌ .

''اس حدیث میں واضح دلیل موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عقد نکاح کا اختیار اولیا

کو سونپا ہے، نہ کہ خود عورتوں کو، نیز دلیل ہے کہ نکاح کا اختیار خواتین، خواہ وہ شوہر دیدہ ہی ہوں، کو حاصل نہیں ہے۔''

(المستدرك للحاكم، تحت الحديث : 2719)

❁ سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ . ''ولی کے بغیر کوئی نکاح نہیں۔''

(المستدرك للحاكم : 173/2، ح : 2717، وسندهٗ حسنٌ والحديث صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود (۷۰۲)، امام ابن حبان (۴۰۸۳)، امام علی بن المدینی (المستدرک للحاکم :۲/ ۱۷۰، السنن الکبریٰ للبیہقی : ۷/ ۱۰۸)، امام محمد بن یحییٰ ذہلی (المستدرک للحاکم :۲/ ۱۷۰)، امام عبدالرحمٰن بن مہدی (المستدرک للحاکم :۲/ ۱۷۰)، امام بخاری (السنن الکبریٰ للبیہقی : ۷/ ۱۰۸) امام بزار (تحت :۳۱۱۶) امام ابن منذر (الاوسط : ۸/ ۲۶۰) اور امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح'' قرار دیا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ . ''یہ حدیث حسن صحیح ہے۔''

(تخريج أحاديث المختصر : 371/2)

❁ علامہ مناوی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو متواتر کہا ہے۔

(التيسير : 502/2، فيض القدير : 437/6، نظم المتناثر للكتاني، ص 147)

یہ حدیث اس بات پر نص ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔

❁ امیر صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ) فرماتے ہیں:

اَلْحَدِيثُ دَلَّ عَلٰى أَنَّهٗ لَا يَصِحُّ النِّكَاحُ إِلَّا بِوَلِيٍّ، لِأَنَّ الْأَصْلَ

فِي النَّفْيِ نَفْيُ الصِّحَّةِ لَا الْكَمَالِ .

''یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح صحیح نہیں، کیونکہ نفی میں اصل صحت کی نفی ہوتی ہے نہ کہ کمال کی نفی۔''

(سُبُل السّلام : 117/3)

⑤ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَإِنْ دَخَلَ بِهَا فَلَهَا الْمَهْرُ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا، فَإِنِ اشْتَجَرُوا فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَّا وَلِيَّ لَهٗ .

''جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرتی ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اگر مرد اس کے ساتھ دخول کر لیتا ہے، تو اس عورت کو مرد کی طرف سے شرمگاہ کو حلال کرنے کے عوض حق مہر ملے گا اور اگر ان (باپ کے علاوہ ولیوں) میں اختلاف ہو جائے، تو حاکمِ وقت اس کا ولی ہے، جس کا کوئی ولی نہیں ہے۔''

(مسند إسحاق : 499، مسند الإمام أحمد : 165/6، مسند الحميدي : 228، مسند الطّيالسي (منحة : 305/1)، سنن أبي داوٗد : 2083، سنن ابن ماجه : 1879، سنن الترمذي : 1102، السّنن الكبرىٰ للنسائي : 5394، مسند أبي يعلٰى : 2083، سنن الدّارقطني : 221/3، السنن الكبرىٰ للبيهقي : 105/7، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی اور حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ (معجم الشیوخ: ۲۳۴) نے ''حسن'' جبکہ امام ابن الجارود (۷۰۰)، امام ابو عوانہ (۴۲۵۹)، امام ابن خزیمہ (فتح الباری: ۱۹۱/۹)،

امام ابن حبان (۴۰۷۴، ۴۰۷۵، ۴۰۷۷)، حافظ بیہقی (السنن الکبریٰ: ۱۰۷/۷)، حافظ ابن الجوزی (التحقیق: ۲/ ۲۵۵) اور امام حاکم رحمہم اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

۞ حافظ ابوموسیٰ المدینی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ ثَابِتٌ مَّشْهُورٌ يُّحْتَجُّ بِهٖ .

''یہ مشہور، ثابت اور قابل حجت حدیث ہے۔''

(اللّطائف: 556، 586، 606)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

(تخريج أحاديث المختصر: 205/2)

۞ حافظ بیہقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

كُلُّهُمْ ثِقَةٌ حَافِظٌ .

''تمام راوی ثقہ اور حافظ ہیں۔'' (معرفة السّنن والآثار: 29/10)

۞ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ جَلِيلٌ فِي هٰذَا الْبَابِ: «لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ»،

وَعَلٰى هٰذَا الْاِعْتِمَادُ فِي إِبْطَالِ نِكَاحٍ بِغَيْرِ وَلِيٍّ .

''ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوتا، اس بارے میں یہ حدیث عظیم الشان ہے اور بغیر ولی کے نکاح کو باطل قرار دینے پر اسی پر اعتماد کیا جاتا ہے۔''

(الكامل لابن عدي: 1115/3، وفي نسخة: 266/3)